وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا

(فرمودہ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر مسئلہ زندگی کے لئے کچھ قوانین مقرر فرمائے گئے ہیں اور اپنے پیروؤں کے لئے رہنمائی کا سامان کیا گیا ہے۔ پس ہر ایک مسلمان کو ہر موقع پر ٹھہر کر یہ دیکھ لینا چاہئے کہ جس معاملہ کو وہ شروع کرنے والا ہے اس کے متعلق اسلام کی کیا ہدایت ہے۔ وہ آزاد نہیں کہ جس طرح چاہے کوئی کام کرے۔ اس کا دوستانہ بھی بعض احکام کے ماتحت ہے اور اس کی دشمنی بھی بعض احکام کے ماتحت ہے۔ اس کا دفاع بھی بعض احکام کے ماتحت ہے اور اس کا حملہ بھی بعض احکام کے ماتحت ہے۔ اس کی تعریف بھی بعض احکام کے ماتحت ہے اور اس کی مذمت بھی بعض احکام کے ماتحت ہے۔ اس کی محبت بھی بعض احکام کے ماتحت ہے اور اس کی نفرت بھی بعض احکام کے ماتحت ہے۔ غرض اس کی ہر چیز بعض احکام کے ماتحت ہے اور ان احکام سے آزاد ہو کر وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ مسلمان کہلاتا ہے جب تک وہ اپنے آپ کو اسلام سے وابستہ کرتا ہے اس وقت تک ان احکام کی اطاعت اور فرماں برداری کرنا اس کے لئے ضروری ہو گا۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی کے متعلق اسلام نے جو احکام بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک حکم لڑائی کے متعلق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس وقت دشمن لڑائی چھوڑ دے تو تم بھی لڑائی چھوڑ دو۔ بظاہر یہ حکم بڑا سخت معلوم ہوتا ہے ہو سکتا ہے کہ ایک دشمن دیر تک حملہ کرتا رہے اور جب بہت کچھ نقصان پہنچا دے تو پھر ہتھیار ڈال دے یا ہو سکتا ہے کہ ایک دشمن دیکھے وہ ظاہر میں مقابلہ نہیں کر سکتا اس لئے مقابلہ مخفی کر دے اور ظاہر میں ہتھیار ڈال دے۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دشمن اس خیال سے کہ اسے نئے سرے سے

تیاری کرنے کے لئے وقفہ کی ضرورت ہے ہتھیار ڈال دے اور پھر طاقت حاصل کر کے لڑائی شروع کر دے غرض کئی وجوہ ہو سکتی ہیں- اور جب کوئی دشمن ہتھیار ڈال دے اس پر ہمارا مطمئن ہو جانا آئندہ بہت سی مشکلات کا باعث ہو سکتا ہے لیکن جہاں بعض ظاہری تکلیفیں پیدا ہو سکتی ہیں وہاں اس کے ساتھ بعض اخلاقی فتوحات بھی لگی ہوئی ہیں- وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے جوشوں کو دباتا ہے اگر کسی بات میں دنیا کی نظروں میں حقیر بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت اور بڑھا دیتا ہے- پس گو بظاہر اس حکم کے ساتھ شکست لگی ہوئی ہے مگر ایک بہت بڑی فتح بھی ہے اور وہ اخلاقی اور مذہبی فتح ہے-

پچھلے دنوں سے ہماری بھی ایک جنگ جاری تھی اور غیر مبائعین کے ساتھ تھی- انھوں نے معاہدہ کر کے توڑا اور متواتر "پیغام" میں ایسے مضامین نکلے جن کی غرض کسی مسئلہ کو ثابت کرنا نہ تھی بلکہ لوگوں کی نظروں میں ہمیں گرانا اور ہمارے خلاف جذبہ نفرت بھڑکانا تھا- ان کی مثال ایسی ہی تھی جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولویوں کے متعلق فرماتے کہ یہ لوگ مسائل کے متعلق بحث نہیں کرتے ان کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ لوگوں کے سامنے حق ظاہر ہو بلکہ یہ ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے مباحثات کرتے ہیں- اور فرماتے ایک عورت تھی جو باہر کام کاج کرتی تھی ایک شخص جب اس کے پاس سے گذرتا تو اسے سلام کرتا اور وہ اسے گالیاں دینا شروع کر دیتی- ایک دن کسی نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ تو تمہیں سلام کہتا ہے اور تم اسے گالیاں دیتی ہو- اس نے کہا یہ مجھے سلام کی خاطر سلام نہیں کرتا بلکہ چڑانے کے لئے سلام کہتا ہے کیونکہ یہ کہتا ہے "بھابی کانی سلام" اس کی غرض سلام کرنا نہیں ہوتی بلکہ یہ ہوتی ہے کہ سلام کے پردے میں مجھے کانی کہے- اس کے متعلق تو واقعہ موجود تھا وہ عورت کانی تھی- مگر ایسا بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے متعلق فرماتے کہ لوگوں کو بھڑکانے اور اشتعال دلانے کے لئے آپ کے خلاف اعتراضات کئے جاتے یہی حال غیر مبائعین کا تھا- مثلاً جب پچھلے سال اتحاد کی تحریک کی گئی تو "پیغام صلح" میں بار بار اس قسم کے مضامین لکھے گئے کہ میاں صاحب نے کفر کا مسئلہ چھوڑ دیا ہے- اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ میں پھر اعلان کروں کہ کفر و اسلام کا مسئلہ قائم ہے اور وہ مسلمانوں کو بھڑکائیں کہ ان کے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ غیر مبائعین کا ہندوؤں اور عیسائیوں سے تعلق ہو سکتا ہے حتیٰ کہ دیوبندیوں سے مل کر وہ کام کر سکتے ہیں مگر ہمارے ساتھ مسلمانوں کا مل کر کوئی کام کرنا انہیں

گوارا نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غرض یہ نہیں کہ کفر کے فتوے کو مٹایا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہمیں مٹایا جائے کیوں ان کا سارا زور ہمارے خلاف لگتا ہے۔ بے شک کبھی کبھی وہ یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایسے فرقے ہیں جو ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں ان کی مخالفت کرنی چاہئے۔ مگر کبھی نام لے کر انھوں نے اس طرح دیوبندیوں کو مخاطب نہیں کیا اور نہ ان کے خلاف اتنا زور صرف کیا ہے جتنا ہمارے خلاف کرتے ہیں۔ نام لے کر ہمارے ہی پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ ہمیں کمزور سمجھتے ہیں اور مشہور ہے نزلہ بر عضو ضعیف مے ریزد۔

پس ہمارے خلاف اس قسم کے مضامین اخباروں میں شائع کرنے سے ان کی غرض محض لوگوں کو ہمارے خلاف بھڑکانا ہے نہ کہ مسئلہ کفر و اسلام کی تحقیق کرنا یا ہمیں اشتعال دلانے کے لئے اس طرح کرتے ہیں تاکہ ہم مشتعل ہو کر اس بحث میں پڑ جائیں اور اتحاد کی تحریک کو جو متفقہ اور متحدہ مقاصد کے لئے ہے چھوڑ دیں حالانکہ میں اس تحریک کے ساتھ ہی یہ بیان کرتا رہا ہوں کہ کفر و اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ان امور کے متعلق ہے جو سب مسلمانوں میں مشترک ہیں اور جن کا اثر سب فرقوں کے مسلمانوں کو پہنچتا ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے "دشمن بات کہے ان ہونی"۔ یہی ان کی حالت ہے ان کی غرض پبلک کو ہمارے خلاف اشتعال دلانا اور بھڑکانا تھی۔ وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ خواہ ہماری جماعت کتنی چھوٹی ہے مگر اس نے اسلام کی اتنی خدمت کی ہے جتنی سارے مسلمان مل کر بھی نہیں کر سکتے۔ اگر ان لوگوں کو اسلام سے محبت ہوتی تو خواہ ہمیں بدترین کافر ہی سمجھتے یہ خیال کر لیتے کہ خدا تعالیٰ ہم سے اسلام کی خدمت لے رہا ہے اور وہ فاسق و فاجر سے بھی اپنے دین کی خدمت لے لیتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ جنگ میں لڑتے ہوئے ایک شخص کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ جہنمی ہے مگر خدا تعالیٰ رجل فاسق و فاجر سے بھی دین کی خدمت لے لیتا ہے۔[1] دیکھو جب وہ شخص مسلمانوں کی طرف سے ہو کر لڑ رہا تھا اس وقت اس کے متعلق یہ تو کہا گیا کہ یہ جہنمی ہے مگر یہ نہیں کیا کہ اسے الگ کر دیا ہو اسے لڑنے دیا۔ لیکن اس وقت جب کہ اسلام سے ساری دنیا کی لڑائی شروع ہے اور ہم اسلام کی حفاظت کے لئے مخالفین اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے یہ لوگ ہمارے پیچھے پڑ گئے اور لوگوں سے کہنے لگے یہ اسلام کے دشمن ہیں انہیں اسلام کی حفاظت کا کام کرنے سے روک دو۔ انہیں دیکھنا یہ چاہئے تھا کہ جو تحریک ہم نے

کی ہے وہ اسلام سے دشمنی ہے یا اسلام کی خدمت۔ اگر اسلام کی خدمت تھی تو کتنے تعجب کی بات ہے کہ محمد ﷺ جیسے باغیرت انسان نے تو اس شخص کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار سے لڑنے دیا جو جہنمی تھا مگر انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ ہم اسلام کی کوئی خدمت کر سکیں۔ کیا یہ رسول کریم ﷺ سے بھی زیادہ اسلام کے لئے باغیرت تھے۔ بات یہ ہے کہ سوائے فساد ڈلوانے اور فتنہ پیدا کرنے کے ان کی کوئی غرض نہ تھی۔

پھر انہوں نے اسی پر بس نہ کی جب کچھ لوگوں نے ہم پر ذاتی الزام لگانے شروع کئے تو ان لوگوں کے بڑے حصہ نے ان بہتانوں کو پھیلانا شروع کیا۔ اس کا یقینی ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ میں معزز غیر احمدیوں کے ثبوت پیش کر سکتا ہوں جنہوں نے ان کی مجالس کے حالات لکھے اور بتایا کہ کس حقارت آمیز طریق سے ان بہتانوں کا ذکر کیا جاتا تھا۔ بے شک بعض یہ بھی کہتے کہ ہمیں یقین نہیں آتا یہ باتیں درست ہوں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے جب قادیان میں رہنے والے بیان کرتے ہیں تو کچھ نہ کچھ ہو گا ہی اور بعض تو قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ یہ الزام درست ہیں۔

میں نے اس پر بھی صبر کیا اور خاموش رہا۔ آخر ان لوگوں نے اخبارات میں اس قسم کی باتیں لکھنی اور لکھانی شروع کر دیں جن سے انتہائی درجہ کا بغض اور عناد ظاہر ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۷/ جون کے جلسہ کے متعلق جو کچھ انہوں نے کیا وہ نہایت ہی قابل شرم تھا۔ اس پر آج اگر یہ لوگ شرم محسوس نہیں کریں گے تو ان کی نسلیں محسوس کریں گی۔ تب مجھے اعلان کرنا پڑا کہ ان لوگوں نے چونکہ معاہدہ توڑ دیا ہے اس لئے قرآن کریم کے حکم کے مطابق ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس معاہدہ کے پابند نہیں ہیں۔

ہمارے اخبارات ابھی خاموش ہی تھے کہ ان کے اخبار نے شور مچانا شروع کر دیا کہ شروع سے ہی انہوں نے معاہدہ کی پابندی نہیں کی۔ اور ایسے ایسے فقرے جو کوئی شریف انسان چوہڑے چمار کے لئے بھی استعمال نہیں کرتا انہوں نے ہمارے متعلق استعمال کئے۔ جب انہوں نے ایسی باتیں لکھنی شروع کیں تو ہمارے اخبارات نے بھی جواب کی طرف توجہ کی۔ اس پر معاً انہیں معلوم ہو گیا کہ حملہ کرنا خواہ کتنا ہی شیریں اور خوش کن ہو لیکن حملہ برداشت کرنا آسان نہیں ہے۔ حملہ برداشت کرنے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہوتی اور بڑی اولوالعزمی کا کام ہوتا ہے۔ میں ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں اگر کوئی پبلک کمیشن فیصلہ کر دے کہ میں نے

غیر مبائعین کے حملوں کو ان کی نسبت کم برداشت کیا اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے مجھ پر جو حملے کئے ان سے زیادہ میری طرف سے ان پر کئے گئے۔ ایسا کمیشن کوئی بیٹھے یا نہ بیٹھے بہرحال انہیں معلوم ہو گیا کہ حملہ کرنا بہت آسان ہے لیکن حملہ کر کے اس کا خمیازہ بھگتنا آسان نہیں۔ انہیں پتہ لگ گیا کہ جن پر حملہ کیا جائے وہ بھی جواب دے سکتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں بھی قلم ہے اور بہت مضبوط قلم ہے۔ اس پر معاوہ فریق جس کے نزدیک معاہدہ کی پابندی کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی، جس نے خدمت اسلام کا کوئی خیال نہ کیا تھا، جس نے رسول کریم ﷺ کی شان کے اظہار کے لئے جلسوں کو روکنے میں پورا زور لگایا تھا اور پھر جس نے نہایت کامیاب جلسوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا تھا ایک اور رنگ اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ وہی پیغام جو کہتا تھا کہ ۱۷/ جون کے جلسوں میں مسلمانوں کو شریک نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کی تحریک کرنے والے رسول کریم ﷺ کو خاتم النبیّین نہیں مانتے اپنے خاتم النبیّین نمبر میں ایک عیسائی کا مضمون شائع کرتا ہے جس میں لکھا ہے۔

آپ کا اسلام اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ آبائی ملت اور یہودیت کے مقابل مسیحیت کی تائید و تصدیق ہی تھا اس وجہ سے ہم مسیحی حضرت محمد مکی و مدنی کو مسیحیت کا مصدق یقین کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ رسول کریم ﷺ نے جو تعلیم دی وہ مسیحیت سے چُرائی ہوئی تھی۔ ان الفاظ میں دیکھو کس طرح رسول کریم ﷺ پر نعوذباللہ عیسائی ہونے اور عیسائیت کی تعلیم چُرانے کا الزام لگایا گیا ہے۔ مگر کیا کوئی ذلیل سے ذلیل دشمن بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کی جو تعریف کرتے وہ اس سے بھی ادنیٰ اور گری ہوئی ہوتی۔ مگر اس عیسائی نے رسول کریم ﷺ کی ذات بابرکات پر جو حملہ کیا وہ تو اس قابل تھا کہ اسے "پیغام صلح" شائع کرے اور ایک لفظ بھی اس کے خلاف نہ لکھے لیکن ہم نے تمام ہندوستان میں ۱۷ جون کے جلسے جو رسول کریم ﷺ کی تعریف و توصیف میں کئے وہ اس قابل نہ تھے کہ کوئی مسلمان ان میں شامل ہوتا۔

پس یہ سب باتیں انہوں نے ہمارے خلاف کیں اور ان کے کرنے میں قطعاً نہ ہچکچائے۔ مگر جب ان کو جواب دیا جانے لگا تو معاً یاد آگیا کہ انسان کو اچھے اخلاق رکھنے چاہئیں اور تہذیب اور متانت کے دائرہ کے اندر رہ کر دوسروں کے متعلق لکھنا چاہئے۔ یہ ان کی ایسی ہی مثال ہے

کہ جب ترکی اور بلغاریہ کی جنگ ہوئی اور جب تک ترک ہارتے رہے یورپین سلطنتیں کہتی رہیں ہم ان میں دخل نہیں دیتیں لیکن جب ترکی فوجیں بڑھنے لگیں اور بلغاریہ شکست کھانے لگا تو معاًان سلطنتوں کی فوجیں آگئیں اور انہوں نے کہہ دیا ہم لڑنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اب لڑائی بہت وسعت اختیار کرتی جاتی ہے۔ اسی طرح جب یونان اور ترکی کی جنگ ہوئی تب بھی یہی کہا گیا۔ جب تک خیال رہا کہ یونان ترکی کے مقابلہ میں خوب جنگ کر سکتا ہے تو کہا گیا ترکوں کو کم از کم چھ ماہ یونان کے پہلے قلعہ کے فتح کرنے میں لگیں گے لیکن جب چند دن کے اندر اندر ترکی فوجیں یونان میں گھسنے لگیں تو معاً یہ کہہ کر دخل دے دیا کہ ہم لڑائی بڑھانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اسی طرح غیر مبائعین نے کیا ہے۔ ان کی یہ صلح صلح نہ تھی اور یہ اخلاق اخلاق نہ تھے یہ محض اس ڈر کے مارے تھا کہ اب حملہ ان پر ہؤا ہے۔ لیکن بہرحال کسی نیت سے ہو۔ ہم یہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے اعلان کے بعد کئی جگہوں سے خطوط آئے ہیں کہ ان لوگوں نے زبانی حملے بڑے زور سے شروع کر رکھے ہیں جو مجالس میں کرتے ہیں اس سے میں سمجھتا ہوں ان کا یہ اعلان بناوٹی ہے۔ مگر باوجود اس کے میں اعلان کرنے والے پر بناوٹ کا الزام نہیں لگاتا کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ایسے موقع کے متعلق فرمایا ہے کیا تم نے دل پھاڑ کر دیکھ لیا ہے۔ [۲] میں نے چونکہ دل پھاڑ کر نہیں دیکھا اس لئے اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ اگر یہ اعلان ایک فرد کی طرف سے ہے تو میں اسے قبول کرتا ہوں لیکن اگر یہ اس گروہ کی طرف سے ہے تو کہوں گا کہ وہ لوگ اس پر نہیں چل رہے۔ بہرحال چونکہ یہ اعلان ایک ذمہ دار شخصیت کی طرف سے ہؤا ہے اس لئے میں اپنے اخبارات سے کہتا ہوں کہ وہ بھی ذاتیات کے متعلق لکھنا چھوڑ دیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (الانفال:۶۲) جب تک وہ پھر یہ طریق اختیار نہ کریں ہمیں بھی اس پہلو کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ہاں جس طرح افراد میں زبانی طور پر وہ ابھی تک الزام لگاتے اور ایسی باتیں پھیلاتے ہیں ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اجازت ہے کہ وہ بھی زبانی باتیں بیان کریں۔ اسی طرح مذہبی مسائل میں غیر احمدیوں کو ہمارے خلاف اکسانے اور اشتعال دلانے کا جو طریق انہوں نے اختیار کر رکھا ہے اور اب اپنا سارا زور اسی پر صرف کر رہے ہیں ہمیں بھی اس پہلو سے ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ میں اس سے نہیں روکتا بلکہ اسے جاری رکھنے کے لئے کہتا ہوں تاکہ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مذہب کی غرض کسی

کے خلاف لوگوں کو اکسانا اور مشتعل کرنا نہیں اور نہ اس طرح کسی کے عقائد کی صداقت ثابت ہو سکتی ہے مگر ذاتیات کے متعلق کچھ نہیں لکھنا چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ پابندی بہت بھاری معلوم ہوگی اور کہا جائے گا کہ وہ لوگ ایک عرصہ تک بہتان سازی اور افتراء پردازی کرتے رہے ہیں لیکن جب ہم نے جواب دینا شروع کیا ہے تو روک دیا گیا ہے۔ مگر یہ پابندی خواہ کتنی ہی تلخ ہو بہرحال اس کا ماننا ضروری ہے کیونکہ یہ اس شیریں ہستی کی طرف سے ہے جس سے شیریں اور کوئی چیز نہیں ہے۔ چونکہ ہمارا مولا کہتا ہے کہ ایسے موقع پر تم یوں کرو اس لئے ہمیں اسی طرح کرنا چاہئے اور خوشی سے کرنا چاہئے۔ پس تم اس تلخ گھونٹ کو پی لو کیونکہ یہ سب سے پیارے کی طرف سے پلایا جارہا ہے۔ اگر اس کا کوئی نقصان ہوگا تو یاد رکھو ہمارا آقا غدار اور دھوکا باز نہیں۔ وہ بے وفائیوں کو نظر انداز کر کے بھی وفا کرتا ہے۔ اگر اس کے لئے ہم تکلیف اٹھائیں گے تو کیوں نہ ہمارے نقصان کو دور کرنے کا انتظام کرے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے اخبار نویس اس بات کو مدنظر رکھیں گے کہ اخبار میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو ذاتیات پر حملہ ہو۔ باقی رہا لوگوں میں زبانی باتیں کرنا اگر غیر مبائعین اس میں بھی ہتھیار ڈال دیں گے اور فتنہ انگیزی کے اس طریق سے باز آجائیں گے تو ہم بھی ان کے متعلق زبانی باتیں بیان کرنا بند کریں گے۔ اس سے پہلے معاہدہ کا جو تلخ تجربہ ہؤا ہے اس کی وجہ سے کہنا پڑتا ہے کہ آئندہ اگر کوئی معاہدہ ہؤا تو ایک کمیٹی بنانا پڑے گی جو یہ دیکھتی رہے کہ کون اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور خلاف ورزی کرنے والے کے متعلق ضروری کارروائی کرے۔

مگر میرے اس خطبہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر مبائعین نے مقدمہ بازی کے جو نوٹس دیئے ہیں وہ چھوڑ دیں۔ انہوں نے جو نوٹس دیئے ہیں ان کے متعلق میں کہتا ہوں بے شک چلائیں اور ضرور چلائیں۔ مؤمن کبھی ڈر کر ہتھیار نہیں پھینکا کرتا۔ ہم نے پہلے بھی ان پر حملے نہ کئے تھے مجبوراً دوستوں کو ان کے بار بار کے حملوں کے جواب میں قلم اٹھانا پڑا تھا۔ تاہم ابھی دو ہی جمعے گذرے ہیں کہ میں نے خطبہ جمعہ میں ایک مضمون کے متعلق جتنی سختی سے کوئی کچھ کہہ سکتا تھا نوٹس لیا لیکن میں ہر ایک کو اس بات کے لئے مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اتنا ہی حوصلہ دکھائے جتنا میں خود دکھاتا ہوں۔ میرے لئے اور مقام ہے اور دوسروں کے لئے اور۔ پس میں نے ذاتیات کے متعلق لکھنے سے جو روکا ہے یہ اس لئے نہیں کہ غیر مبائعین مقدمات چھوڑ دیں جب وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ہتک ہوئی ہے اور اس ہتک کا علاج سوائے مقدمہ بازی کے اور کوئی

نہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک پانچ ہزار اور پچاس ہزار کی رقوم ان کی جیبوں میں نہ جا پڑیں ان کی عزت قائم نہیں ہو سکتی تو وہ اس کے لئے پورا زور لگائیں۔ ہم کب چاہتے ہیں کہ کسی کی ذلت ہو اور وہ ذلت کو دور کرنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ مقدمہ کرنا چاہتے ہیں تو کریں۔ آگے اللہ تعالیٰ کی مشیت فیصلہ کرے گی کہ انہیں پچپن ہزار ملتا ہے یا نہیں ملتا۔ اس معاملہ سے میں تعلق نہیں رکھتا اس کا تعلق ایڈیٹر سے ہے جنہوں نے مضمون شائع کیا وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ مگر ذاتیات کے متعلق نہ لکھنے کا فیصلہ میری طرف سے ہے ان کی طرف سے نہیں۔ اور وہ ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار نہیں جیسا کہ اخبار سے پتہ لگتا ہے وہ کسی نہ کسی طرح اس معاملہ کا ذکر لے آتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں جب دشمن نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں تو تم بھی اسے چھوڑ دو کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے۔ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا۔

اس کے بعد ایک اور بات میں کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انگلستان کے تبلیغی مشن کا کام بہت ترقی کر گیا ہے۔ اگرچہ مشن میں کام کرنے والوں نے کام کی زیادتی کو پیش نہیں کیا سوائے خان صاحب منشی فرزند علی صاحب کے جو اب وہاں گئے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے مبلغین کے علاوہ دوسرے دوست جو ولایت گئے وہ لکھتے اور واپسی پر کہتے رہے ہیں کہ اب کام دو آدمیوں کی طاقت سے بہت بڑھ گیا ہے۔ ماہوار رسالہ کا تیار کرنا طلباء کا خیال رکھنا، مسجد کی نگرانی اور آبادی کا کام کرنا، رپورٹیں لکھنا، مشن کا حساب کتاب رکھنا، اس قسم کے بہت سے کام ہیں۔ یہاں سے جب انگریزی ریویو شائع ہوتا تھا تو اس کے لئے دو ایڈیٹر مقرر تھے ان کے علاوہ اور عملہ بھی تھا مگر وہاں صرف دو آدمی ہیں جنہیں رسالہ کا سارا کام کرنے کے علاوہ اور بھی بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں۔ لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کرنا نو مسلموں کی تعلیم و تربیت کرنا مختلف سوسائٹیوں میں لیکچر دینا۔ غرض کام بہت وسیع ہو چکا ہے اور دو آدمیوں کی ہمت سے زیادہ ہے اس لئے میں نے تجویز کی ہے کہ وہاں ایک اور مشنری رکھا جائے۔ مگر بجٹ میں اس کے اخراجات کے لئے گنجائش نہیں ہے اس لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ اس کے اخراجات ہماری جماعت کی عورتیں مہیا کریں۔ اس مبلغ کا سالانہ خرچ چار ہزار روپے کے قریب ہوگا۔ اور خیال یہ ہے کہ ایک انگریز نو مسلم کی تربیت کر کے اس سے یہ کام لیا جائے۔ وہاں کے لوگ اس کی باتیں زیادہ توجہ سے سن سکیں گے۔ اور وہ بھی ان کے مزاج اچھی طرح سمجھتا ہوگا اس کے لئے عورتوں میں تحریک کی گئی ہے۔ اس موقع پر پچاس ساٹھ کے قریب عورتیں ہوں گی ان سے

تین سو کی رقم وصول ہو گئی ہے اور پانچ سو کا وعدہ ہؤا ہے۔ کل (بروز ہفتہ) پھر ارادہ ہے کہ عورتوں میں یہ تحریک کی جائے امید ہے ہزار بارہ سو روپیہ یہاں کی مستورات کے چندہ سے ہو جائے گا۔ باہر کی عورتوں سے بھی امید ہے کہ وہ اس تحریک میں بخوشی حصہ لیں گی۔ چونکہ لنڈن مشن کا بجٹ بہت تھوڑا ہوتا تھا اس لئے اس کے ذمہ اخراجات کا بقایا ہوتا رہا ہے جو ۵ ہزار کے قریب ہے۔ لندن کی مسجد چونکہ احمدی عورتوں کے چندہ سے بنی ہے اس لئے انہی کی ہے۔ مردوں کا روپیہ مکان خریدنے اور تجارت پر لگایا گیا اور کچھ روپیہ یہاں جماعت کے لئے جائداد خریدنے پر صرف کیا گیا تھا۔ اس طرح چونکہ مردوں کا روپیہ خرچ ہؤا تھا اس لئے لندن کی مسجد عورتوں کے اس روپیہ سے بنی ہے جو مسجد کے لئے جمع کیا گیا تھا۔ چونکہ وہ مسجد عورتوں ہی کی ہے اس لئے اس مشن کا سارا خرچ عورتوں کو ہی برداشت کرنا چاہیئے۔ اس سال نو ہزار کی تحریک عورتوں میں کی جاتی ہے۔ یہ تحریک اخبار میں بھی چھپ جائے گی۔ اس طرح باہر کی خواتین اس میں حصہ لے سکیں گی۔ یہاں کے دوست بھی اپنے اپنے گھروں میں اسے پہنچا دیں۔ اگر اب کے تحریک سے رقم بڑھ جائے گی جیسا کہ خدا کے فضل سے ہماری تحریکات کے متعلق ہوتا ہے تو اگلی دفعہ اس رقم کو منہا کر کے بقیہ کے لئے تحریک کی جائے گی مثلاً اگر اس سال تحریک سے ایک ہزار زائد رقم جمع ہو گئی تو اگلے سال چار ہزار کی بجائے ۳ ہزار کے لئے تحریک کی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں تمام دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت کی عورتوں کے لئے ۹ ہزار کی رقم نہایت قلیل ہے اور وہ بہت جلدی اسے پورا کر دیں گی۔

اس کے متعلق میں یہ بھی ہدایت کرتا ہوں کہ مرد اس تحریک میں حصہ نہ لیں۔ کئی مرد یہ سمجھ کر کہ عورت کے پاس کچھ نہیں اپنے پاس سے روپیہ دے دیتے ہیں مگر اس طرح عورتوں میں وہ روح نہیں پیدا ہو سکتی جو خدا کے لئے اپنا مال دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے مردوں کو چاہیئے کہ عورتوں کو اپنے پاس سے دینے دیں خواہ پیسہ دو پیسہ ہی دیں۔ اگر کسی عورت کے پاس اک پیسہ بھی نہیں تو وہ اپنے خرچ سے بچا کر دے۔ مگر اپنے پاس سے دے مرد سے لے کر نہ دے۔ زمیندار عورتیں عموماً شکایت کیا کرتی ہیں کہ مرد انہیں کچھ نہیں دیتے وہ کس طرح چندہ دیں۔ میں کہتا ہوں اپنے پاس سے دو مرد کی جیب سے لے کر نہ دو۔ چٹکی چٹکی آٹے ہی سے بچا کر جو کچھ جمع ہو وہ دو مگر اپنے پاس سے دو۔ اور اگر کسی کے پاس کچھ بھی نہیں مگر وہ خدا کی راہ میں دینے کی خواہش رکھتی ہے تو وہ بھی ثواب کی مستحق ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ اخلاص دیکھتا

ہے یہ نہیں دیکھتا کہ کوئی اس کی راہ میں زیادہ دیتا ہے یا تھوڑا دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا دین روپوؤں کا ہی محتاج ہوتا تو آسمان سے تھیلیاں اتارتا۔ پس عورتوں کو چاہئے کہ اپنے پاس سے دیں خواہ وہ کتنا ہی قلیل ہو۔ ہاں اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی بچہ شوق سے دینا چاہے اور اس کے پاس کچھ نہ ہو تو اسے ماں باپ دے دیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ عورتوں کے پچھلے ہی درس میں میں نے دیکھا ایک بچہ نے اپنی ماں سے ایک پیسہ مانگ کر چندہ میں دیا۔ اس سے چندہ میں تو کوئی اضافہ نہ ہوا مگر اس میں اخلاص کی روح پیدا ہو گئی۔

مخالف تو اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احمدی چندے دیتے دیتے اکتا گئے ہیں اور اب چندوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو جو اخلاص عطا کیا ہے وہ ایسا ہے کہ اس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ میں نے ایک خاص امر کے متعلق چندہ کی تحریک کی تھی اور ابھی اسے شائع نہیں کیا تھا کہ بعد میں شائع ہو جائے گی۔ پندرہ ہزار کے لئے میں نے چند دوستوں کو یہ تحریک کی تھی اور پچاس' سو' دو سو' تین سو کی رقمیں مقرر کی تھیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس تحریک کو اتنا مخفی رکھنے کے باوجود چار دوست تو ایسے ہیں جو رقوم بھیجنے کا وعدہ کر چکے ہیں اور بعض نے رقوم بھیج بھی دی ہیں اور ساتھ شکایت بھی کی ہے کہ آپ نے ہمیں کیوں اس تحریک کی خبر نہ دی۔ ان آدمیوں میں جنھوں نے روپیہ بھیجنے کا بطور خود وعدہ کیا ہے دو ایک ہی جگہ کے ہیں اور ایسے ہیں جن کے رشتہ داروں کو یہ تحریک بھیجی گئی تھی۔ انھوں نے ان سے سن لی اور اس طرح شرکت اختیار کر لی۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اور بھی ایسے مخلص ہوں جنھیں اس تحریک کا علم نہ ہونے کا گلہ ہو۔ اگرچہ میں نے اخلاص کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ ان سب کے نام اور ان کے حالات سے کہاں مجھے واقفیت ہو سکتی ہے جو نام مجھے یاد آئے اور جن کے حالات کا مجھے علم تھا انھیں لکھا تھا۔ تاہم چونکہ اس بارے میں شکوہ پیدا ہوا ہے اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ جو دوست اس تحریک میں حصہ لینا چاہیں وہ مجھے لکھ دیں ان کو بھی شمولیت کا موقع دیا جائے گا۔ مجھے ان احباب کے اخلاص کو دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور ساتھ رشک بھی پیدا ہوا کہ ایک مخفی تحریک کی جاتی ہے اس پر وہ اس لئے خوش نہیں ہوتے کہ انھیں تحریک میں شمولیت کے لئے نہیں کہا گیا بلکہ وہ خود بخود اس میں حصہ لیتے ہیں اور نہ صرف حصہ لیتے ہیں بلکہ شکوہ کے خطوط لکھتے ہیں کہ ہمیں اس قابل کیوں نہیں سمجھا گیا کہ ہمیں بھی اس میں شمولیت کا موقع دیا جاتا۔ ایک خط پڑھ کر تو بہت ہی لطف آیا جو ایک طالب علم نے لکھا۔ وہ لکھتا ہے غیر

مبائعین نے ہمارے راستہ میں جو روکیں ڈالی ہیں ان کا مجھ پر یہ اثر پڑا ہے کہ میں ایک سو روپیہ اپنے پاس سے دینے کے لئے تیار ہوں۔ ایک ہزار احمدی ایسے ہوں جو ایک ایک سو روپیہ دیں اور اس طرح ایک لاکھ روپیہ جمع کر کے پیغامی فتنہ کو دور کرنے پر صرف کیا جائے۔

اس خط کو پڑھ کر مجھے جنگ بدر کا وہ نظارہ یاد آگیا جس کے متعلق عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بیان کیا کہ اس موقع پر میں اپنے دائیں بائیں پندرہ پندرہ سالہ چھوکرے دیکھ کر افسوس کر رہا تھا کہ آج میں کیا لڑوں گا جب کہ میرے بازو اس قدر کمزور ہیں۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ایک طرف سے ایک لڑکے نے مجھے کہنی مار کر پوچھا۔ چچا وہ ابو جہل کون ہے جو رسول کریم ﷺ کو دکھ دیا کرتا تھا میرا جی چاہتا ہے میں اسے قتل کروں۔ میں اسے جواب نہ دینے پایا تھا کہ دوسرے نے کہنی مار کر کہا مجھے ابو جہل تو دکھایئے میں اس پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں میں ان کے سوال سن کر سخت شرمندہ ہؤا۔ کیونکہ میرے دل میں بھی اس وقت یہ نہ آیا تھا کہ ابو جہل کو جو لشکر کفار کا کمانڈر انچیف تھا میں قتل کر سکوں گا مگر ان بچوں کا یہ حوصلہ تھا کہ ابو جہل سے نچلے درجہ والے کو قتل کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ [۳]

طالب علم نے جو خط لکھا ہے یہ بھی بہت بڑے اخلاص کی علامت ہے۔ ایک طالب علم کی کیا بساط ہے کہ سو روپیہ چندہ میں دے۔ وہ اپنے آپ کو سخت تنگی میں ڈال لے، اپنے کھانے اور کپڑے اور دوسری ضروریات کو بالکل کم کر دے تب ایک عرصہ میں سو روپیہ جمع کر سکتا ہے۔ پھر وہ کسی امیر کا لڑکا نہیں کہ اسے بہت کافی اخراجات ملتے ہیں میں جانتا ہوں معمولی گھرانہ کا لڑکا ہے۔ مگر اس کا خط بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کے بچوں تک کو کیسا اخلاص بخشا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری سب جماعت کو ایسا ہی اخلاص بخشے اور اس اخلاص کے ساتھ اعمال کی بھی توفیق دے۔ آمین

(الفضل ۲۳ / اکتوبر ۱۹۲۸ء)

۱۔ بخاری کتاب الجھاد باب ان اللہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر۔

۲۔ مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا الٰہ الا اللہ

۳۔ بخاری کتاب المغازی باب فضل من شھد بدرا۔